ضیا مذکور
الحمد لائبریری
فیس بک گروپ۔ کتابیں پڑھیے
سید حسین احسن

سلیٹ

(غزلیں)

ضیاء مذکور

ورق ورق

پیش لفظ

مجھ سے کسی نے شاعری کا مقصد پوچھا تھا، میں نے الٹا اس سے پوچھا کہ یہ سوال صرف شاعری کے لیے ہی کیوں؟ انسان نے آج تک جو کچھ کیا ہے، جو کچھ کر رہا ہے اور جو کچھ کرے گا اس سب کا کیا مقصد ہے؟ پھر مقصد حیات کیا ہے؟ مقصد حیات! ہزاروں باتیں ہیں، ہزاروں عقیدے ہیں، ہزاروں نظریے ہیں، ہزاروں فلسفے ہیں لیکن کوئی بھی بات، کوئی بھی عقیدہ، کوئی بھی نظریہ، کوئی بھی فلسفہ تمام انسانوں کو ایک ساتھ مطمئن نہیں کر سکتا۔ سوال جتنا مشکل ہے جواب اتنا ہی گنجلک اور پیچیدہ! پھر بھی اس بات سے قطع نظر کہ کسی بھی جواب کے ٹھیک یا غلط ہونے کی کوئی ضمانت نہیں، میں اپنی بساط کے مطابق، جتنا میں جانتا ہوں، شاعری کا مقصد بتانے کی کوشش کرتا ہوں۔

شاعری کا مقصد جاننا ہے تو پہلے یہ جاننا ہو گا کہ شاعری ہے کیا؟ اور شاعری کیونکہ لٹریچر سے ہے اور لٹریچر آرٹ سے تو پہلے آرٹ سمجھ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آرٹ اظہار ہے اور اطلاق ہے انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کا اور اس کے تخیل کا، خاص طور پر مرئی شکل میں جیسے کہ پینٹنگ یا نقاشی یا وجود میں لانا کہ سراہا جائے، اپنی خوبصورتی اور جذباتی طاقت کے سیل رواں کے لیے، یا پھر آرٹ مطالعہ ہے مختلف سبجیکٹس کا، جیسے کہ پینٹنگ ڈرائنگ لٹریچر وغیرہ، یا پھر آرٹ ہے ایک تخلیقی عمل ہے جس سے وجود پاتی ہیں تصویریں کاغذوں پر اور شکلیں پتھروں پر، اینڈ سو آن...... ایک دوسرے سے لگا کھاتیں، بہت مشکل پھر بھی ادھوری، آرٹ کی ان بے شمار تعریفوں پر تنقیدی سیشن پھر کبھی سہی، ابھی ہم اپنی سہولت، کے

لیے آسان بات کرتے ہیں۔ آپ نے ایک جملہ کہا نہیں تو سنا ضرور ہوگا کہ فلاں بہت فنکار آدمی ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ کسی کو فنکار کیوں کہہ دیا جاتا ہے؟ کیونکہ وہ اپنی باتوں میں یا اپنے اعمال میں کوئی نہ کوئی فنکاری کرتا ہے۔ سارا راز اسی فنکاری میں چھپا ہے اگر ہم وہ فنکاری سمجھ لیں تو ساری بات سمجھ آجائے گی۔ دراصل، کچھ ایسا جس کا وجود ہوتا ہے اور دکھائی دے رہا ہوتا ہے، اسے آنکھوں سے اور ذہنوں سے اوجھل کر دینا آرٹ ہے اور کچھ ایسا جس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں اسے دکھا دینا یا دکھائے بغیر ثابت کر دینا آرٹ ہے۔ کسی جھوٹ کو سچ اور کسی سچ کو جھوٹ بنا دینا آرٹ ہے۔ اس بات کو سمجھنے کو لیے سب سے اچھی اور آسان مثال شعبدہ گری کی ہے، اس کا وہ قدیم کرتب جس میں وہ رومال سے کبوتر نکالتا ہے۔ پہلے رومال ظاہر ہوتا ہے اور کبوتر موجود ہونے کے باوجود اوجھل اور پھر کبوتر ظاہر ہو جاتا ہے اور رومال وہیں کہیں اس کے پاس موجود ہونے کے باوجود غائب۔۔۔ پتا نہیں میں اپنی بات آپ تک پہنچا پایا ہوں کہ نہیں، اگر نہیں تو اس پیراگراف کو ایک بار پھر پڑھیے۔ میں پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ یہ بہت آسان ہے۔ آج تک دنیا کے ہر بڑے تخلیق کار نے یہی کیا ہے۔ اب کوئی مشکل نہیں رہی۔ لٹریچر اور پوئٹری کی تمام رائج اور معتبر تعریفوں کو ایک بار یہیں چھوڑتے ہیں اور ایک نئی تعریف کرتے ہیں۔ موجود کو اوجھل کرنا اور اسے، جس کا وجود نہیں ثابت کر دینا، جھوٹ کو سچ بنا دینا اور سچ کو جھوٹ بنا دینا تحریری شکل میں ہوگا تو لٹریچر ہے اور جب اس تحریر میں کچھ خاص ردھمک پیرامیٹرز ہوں گے تو شاعری ہے۔ That's simple

آرٹ کے بہت سارے مقاصد ہیں، میں آپ کو اپنا فیورٹ والا بتاتا ہوں۔ آج دنیا کی دو واضح شکلیں ہیں، ایک شکل طاقتوروں نے بنائی ہے اور ایک شکل آرٹسٹ لوگوں نے۔۔۔ کیا سمجھے؟ اچھا چلیں چھوڑیں۔۔۔ سیدھی بات کرتے ہیں کہ ایک آرٹسٹ کا مقصد موجود کو بدل کر اپنی مرضی کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔ اس مد میں وہ لوگوں کو انٹرٹین کرتا

ہے، حیران کرتا ہے، موجود کی تعلیم دیتا ہے، اتنی اور ایسے کہ متاثر کرتا ہے، پھر متاثر لوگوں میں اپنا بہترین آرٹ پیش کرتا ہے جس سے سحر طاری ہوتا ہے اور اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے موجود پر تنقید کرتا ہے، اتنی کہ موجود سے ایمان اٹھنے لگتا ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے آرٹ کے سحر میں گرفتار لوگوں کے شعور میں جو کہ مفلوج ہو چکا ہوتا ہے، کم سے کم اور لاشعور میں، جو اس کے قبضے میں ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ، نئی تعلیم، جس کے لیے وہ یہ سارا گراؤنڈ سیٹ کرتا ہے، انجیکٹ کر دیتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کو نئی تعلیم کے مطابق دنیا کی از سرِ نو تشکیل کرنے کے لیے اکساتا ہے، موٹیویٹ کرتا ہے اور جب تک لوگوں کا سحر ٹوٹتا ہے جو کہ جلدی نہیں ٹوٹتا، ایک موجود وائنڈ اپ ہو چکا ہوتا ہے اور ایک اور موجود وجود پا چکا ہوتا ہے۔ اس کام کے لیے آرٹ کی کسی بھی صورت کو میڈیم بنایا جا سکتا ہے لیکن سب سے افضل اور موثر میڈیم شاعری ہے۔

یاد رہے کہ میں نے آپ کو آرٹ کے بہت سارے مقاصد میں سے ایک مقصد بتایا ہے نہ کہ اپنا۔ میرا شعر کہنے کا مقصد کچھ اور ہے۔ میں آپ سب احباب کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے ہمیشہ میرا حوصلہ بڑھایا اور میں اس قابل ہوا کو اپنی غزلیں کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔ آخر میں ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

پہلے اُس کو لے کہ اس دنیا میں کتنا جھوٹ ہے
کیا ہوا میں نے اگر تھوڑا اضافہ کر دیا

وہ گھر چراغ تھا اور تیرگی یزید کی فوج
علی کے نور میں کیا دیکھتی یزید کی فوج

فرات فرطِ ندامت سے منہ چھپاتا ہوا
اور اپنی پیاس چھپاتی ہوئی یزید کی فوج

لڑائی آج بھی جاری ہے آب و تاب کے ساتھ
وہی حسین کا کنبہ وہی یزید کی فوج

خدا حسین سے پوچھے گا کیا کریں ان کا
یہ اہلِ کوفہ ہیں اور یہ رہی یزید کی فوج

ہمارا دین ہمیں من و عن پہنچ گیا ہے
یزید کیا ہوا اور کیا ہوئی یزید کی فوج

ایسے اُس ہاتھ سے گرے ہم لوگ
ٹوٹتے ٹوٹتے بچے ہم لوگ

اپنا قصہ سنا رہا ہے کوئی
اور دیوار کے بنے ہم لوگ

وصل کے بھید کھولتی مٹی
چادریں جھاڑتے ہوئے ہم لوگ

اُس کبوتر نے اپنی مرضی کی
سیٹیاں مارتے رہے ہم لوگ

حافظے کے لیے دوا کھائی
اور بھی بھولنے لگے ہم لوگ

پوچھنے پر کوئی نہیں بولا
کیسے دروازہ کھولتے ہم لوگ

تم نے بھی اُن سے ہی ملنا ہوتا ہے
جن لوگوں سے میرا جھگڑا ہوتا ہے

اُس کے گاؤں کی ایک نشانی یہ بھی ہے
ہر نلکے کا پانی میٹھا ہوتا ہے

میں اُس شخص سے تھوڑا آگے چلتا ہوں
جس کا میں نے پیچھا کرنا ہوتا ہے

تم میری دنیا میں بالکل ایسے ہو
تاش میں جیسے حکم کا اِکا ہوتا ہے

بس ہلکی سی ٹھوکر مارنی پڑتی ہے
ہر پتھر کے اندر چشمہ ہوتا ہے

کتنے سوکھے پیڑ بچا سکتے ہیں ہم
ہر جنگل میں لکڑ ہارا ہوتا ہے
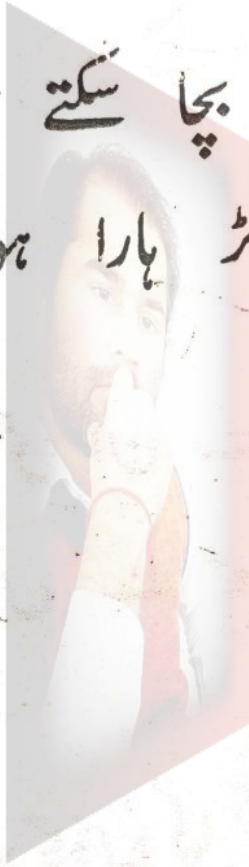
خدا کے ساتھ تعلق بگاڑنے لگا تھا
وہ اُس کو دیکھ کے پتھر تراشنے لگا تھا

مجھے سپاہ کا سالار چن لیا اُس نے
میں بادشہ سے ترا ہاتھ مانگنے لگا تھا

کچھ اس طرح کی بلاؤں نے بال کھولے تھے
مجھ ایسا شخص بھی تعویذ باندھنے لگا تھا

پھر ایک بات چچا جان نے بتائی مجھے
میں اپنے باپ کی تلوار بیچنے لگا تھا

کسی نے اس کو بتایا کہ میں مصور ہوں
وگرنہ وہ تو مرے ہاتھ کاٹنے لگا تھا

بول پڑتے ہیں ہم جو آگے سے
پیار بڑھتا ہے اِس رویے سے

میں وہی ہوں یقیں کرو میرا
میں جو لگتا نہیں ہوں چہرے سے

ہم کو نیچے اتار لیں گے لوگ
عشق لٹکا رہے گا پنکھے سے

سارا کچھ لگ رہا ہے بے ترتیب
ایک شے آگے پیچھے ہونے سے

ویسے بھی کون سی زمینیں تھیں
میں بہت خوش ہوں عاق نامے سے

یہ محبت وہ گھاٹ ہے، جس پر
داغ لگتے ہیں کپڑے دھونے سے
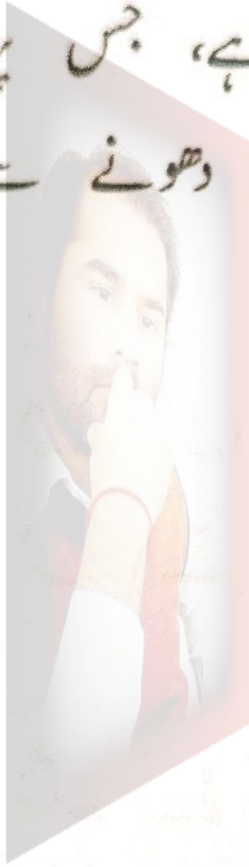
شک گزرا تھا پنجرے پر
میں نے فوراً کھولے پر

زنگ نے آخری دستک دی
لوہے کے دروازے پر

اک چھوٹا سا کام کیا
بہت بڑے پیمانے پر

آیت پڑھ کر پھونکی تھی
ٹوٹنے والے دھاگے پر

چیخ رہے ہیں بھوکے پیٹ
نامعلوم جنازے پر

رحمت بھی اور جھگڑا بھی
بیٹی پیدا ہونے پر

وقت ہی کم تھا فیصلے کے لیے
ورنہ میں آتا مشورے کے لیے

تم کو اچھے لگے تو تم رکھ لو
پھول توڑے تھے بیچنے کے لیے

گھنٹوں خاموش رہنا پڑتا ہے
آپ کے ساتھ بولنے کے لیے

سینکڑوں کُنڈیاں لگا رہا ہوں
چند بٹنوں کو کھولنے کے لیے

ایک دیوار باغ سے پہلے
اک دوپٹہ کھلے گلے کے لیے

ترک اپنی فلاح کر دی ہے
اور کیا ہو معاشرے کے لیے

اب میں رستے میں لیٹ جاؤں کیا
جانے والوں کو روکنے کے لیے

خدا کا شکر مرا ٹھیکیدار اچھا ہے
وگرنہ کون ضعیفوں سے کام لیتا ہے

مشال خان تری انگلیاں نہیں ٹوٹیں
ہماری ماؤں کے ہونٹوں کا لمس ٹوٹا ہے

کسی بھی بات کو نسبت بڑا بناتی ہے
یہ اک خیال مدینے سے ہو کر آیا ہے

میں اُس ہتھیلی پہ روشن ہوا اور اس کے بعد
وہی ہوا جو چراغوں کے ساتھ ہوتا ہے

بڑے خراب عقیدے ہیں بستی والوں کے
مجھے تو یہ کسی شاعر کا کام لگتا ہے

اب بس اُس کے دل کے اندر داخل ہونا باقی ہے
چھ دروازے توڑ چکا ہوں اک دروازہ باقی ہے

دولت، شہرت، بیوی، بچے، اچھا گھر اور اچھے دوست
کچھ تو ہے جو ان کے بعد بھی حاصل کرنا باقی ہے

میں برسوں سے کھول رہا ہوں اک عورت کی ساڑھی کو
آدھی دنیا گھوم چکا ہوں آدھی دنیا باقی ہے

کبھی کبھی تو دل کرتا ہے چلتی ریل سے کود پڑوں
پھر کہتا ہوں پاگل اب تو تھوڑا رستہ باقی ہے

اُس کی خاطر بازاروں میں بھیڑ بھی ہے اور رونق بھی
میں گم ہونے والا ہوں بس ہاتھ چھڑانا باقی ہے

مختلف داستاں سناتا ہے
میں نے جس سے بھی تیرا پوچھا ہے

ہم کو عادت ہے دھیمے لہجے کی
اور بزرگوں کو اونچا سنتا ہے

کھلتا جاتا ہے وہ مگر ہم نے
رازداری سے کام لینا ہے

جتنے بھی قافلے گزر جائیں
دھول نے پھر بھی بیٹھ جانا ہے

اُس سے کہنا کہ کچھ نہیں بھیجا
اور یہ آخری چڑھاوا ہے

ویسے بھی عشق کے دفاتر میں
تیرے بھائی کا نام چلتا ہے
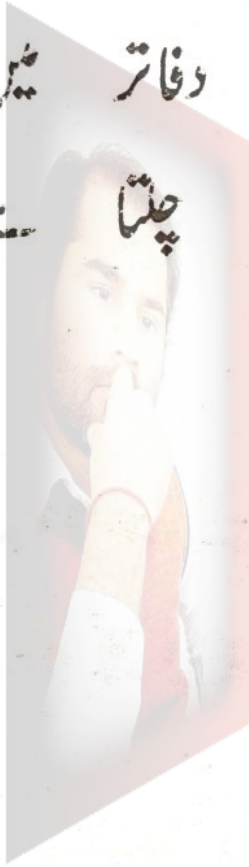
اسی ندامت سے اُس کے کندھے جھکے ہوئے ہیں
کہ ہم چھڑی کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے ہیں

یہاں سے جانے کی جلدی کس کو ہے، تم بتاؤ
کہ سوٹ کیسوں میں کپڑے کس نے رکھے ہوئے ہیں

وہ خود پرندوں کا دانہ لینے گیا ہوا ہے
اور اس کے بیٹے شکار کرنے گئے ہوئے ہیں

کرا تو لوں گا علاقہ خالی میں لڑ جھگڑ کر
مگر جو اس نے دلوں پہ قبضے کیے ہوئے ہیں

میں کیسے باور کراؤں جا کر یہ روشنی کو
کہ ان چراغوں پہ میرے پیسے لگے ہوئے ہیں

تمہارے دل میں کھلی دکانوں سے لگ رہا ہے
یہ گھر یہاں پر بہت پرانے بنے ہوئے ہیں

تم اِن کو چاہو تو چھوڑ سکتے ہو راستے میں
یہ لوگ ویسے بھی زندگی سے کٹے ہوئے ہیں

میرے کمرے میں اک ایسی کھڑکی ہے
جو ان آنکھوں کے کھلنے پر کھلتی ہے

ایسے تیور دشمن ہی کے ہوتے ہیں
پتہ کرو یہ لڑکی کس کی بیٹی ہے

رات کو اِس جنگل میں رُکنا ٹھیک نہیں
اس سے آگے تم لوگوں کی مرضی ہے

اُس کی خاطر گھر سے باہر ٹھہرا ہوں
ورنہ علم ہے چابی گیٹ پہ رکھی ہے

میں اِس شہر کا چاند ہوں اور یہ جانتا ہوں
کونسی لڑکی کس کھڑکی میں بیٹھی ہے

یہ بات سوچ کے تیرے ہوئے ہیں ہم دونوں
کہ تجھ کو لے کے بہت لڑ چکے ہیں ہم دونوں

یہ سرحدیں تو ابھی کل بنی ہیں میرے دوست
ہزاروں سال اکٹھے رہے ہیں ہم دونوں

کوئی تو تھا وہ جو اب حافظے کا حصہ نہیں
وہ بات کیا تھی جو بھولے ہوئے ہیں ہم دونوں

تم ایسی بات کسی کو نہیں بتاؤ گی
مجھے لگا تھا بڑے ہو چکے ہیں ہم دونوں

ہزاروں جوڑے گلابوں میں چھپ کے بیٹھے ہیں
یہ اور بات کہ پکڑے گئے ہیں ہم دونوں

فون تو دور وہاں خط بھی نہیں پہنچیں گے
اب کہ یہ لوگ تمہیں ایسی جگہ بھیجیں گے

زندگی دیکھ چکے تجھ کو بڑے پردے پر
آج کے بعد کوئی فلم نہیں دیکھیں گے

مسئلہ یہ ہے میں دشمن کے قریں پہنچوں گا
اور کبوتر مری تلوار پہ آ بیٹھیں گے

ہم کو اک بار کناروں سے نکل جانے دو
پھر تو سیلاب کے پانی کی طرح پھیلیں گے

صیغۂ راز میں رکھیں گے نہیں عشق ترا
ہم ترے نام سے خوشبو کی دکاں کھولیں گے

بے سبب اس کے نام کی میں نے
کاٹ تو لی تھی زندگی میں نے

وہ مجھے خواب میں نظر آیا
اور تصویر کھینچ لی میں نے

آپ کا کام ہو گیا صاحب
لاش دریا میں پھینک دی میں نے

ایک وہ بے حجاب اور اس پر
ڈال رکھی تھی روشنی میں نے

داد دیجے مری سماعت کو
بات سن لی ہے اَن کہی میں نے

حوصلہ چاہیے تھا آگے بھی
کھول تو لی تھی ہتھکڑی میں نے
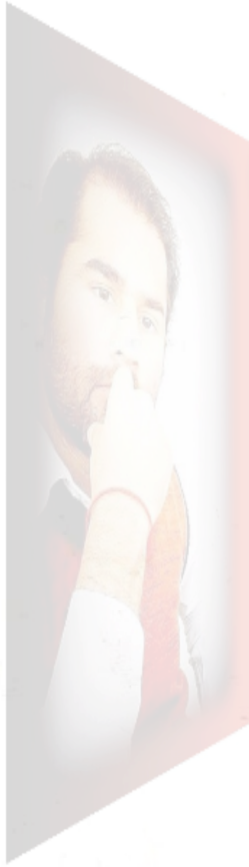
مجمع تم کو سننا چاہتا ہے
وگرنہ شور یہ کس کا مسئلہ ہے

مجھے اب اور کتنا رونا ہو گا
ترا کتنا بقایا رہ گیا ہے

خوشی محسوس کرنے والی شے تھی
پرندوں کو اُڑا کر کیا ملا ہے

دریچے بند ہوتے جا رہے ہیں
تماشا ٹھنڈا پڑتا جا رہا ہے

تمہیں مضمون باندھو شاعری میں
اپنا لہجہ بنانا مانگتا ہے

امانتوں میں خیانت نہ کرنے لگ جانا
ہمارے راز روایت نہ کرنے لگ جانا

ہم اک نماز میں جتنا قیام کرتے ہیں
ہمارے ساتھ عبادت نہ کرنے لگ جانا

تمھارے ذمے مرا انتقام لینا ہے
تو بیچ میں اس سے محبت نہ کرنے لگ جانا

کہیں نہ ہو کہ یہ دریا تمہیں بھی لے ڈوبے
شکستہ پُل کی مرمت نہ کرنے لگ جانا

تم اِن سے اچھے ہو ایسے ہی کام کرتے رہو
بس اپنے ساتھ رعایت نہ کرنے لگ جانا

تمھارا فعل غلط تھا کہ ٹھیک تھا مذکور
کسی کے آگے وضاحت نہ کرنے لگ جانا

عجیب حادثہ ہوا عجیب سانحہ ہوا
میں زندگی کی شاخ سے ہرا بھرا جدا ہوا

وہ خدو خال دیکھ کر سبھی کے ہوش اڑ گئے
نہیں کہ صرف آئینہ حواس باختہ ہوا

ہوا چلی تو اس کی شال میری چھت پہ آ گری
یہ اس بدن کے ساتھ میرا پہلا رابطہ ہوا

کوئی بھی با ادب نہیں، کوئی بھی بے ادب نہیں
کسی کا سر جھکا ہوا، کسی کا سر کٹا ہوا

مرے تمام نظریے غلط تھے اس کے بارے میں
وہ اب یہ سوچتا تو ہو گا قبر میں پڑا ہوا

کسی نے اس طرح چھوا، بتوں میں جان پڑ گئی
میں پتھروں کے درمیاں خدا سے آشنا ہوا
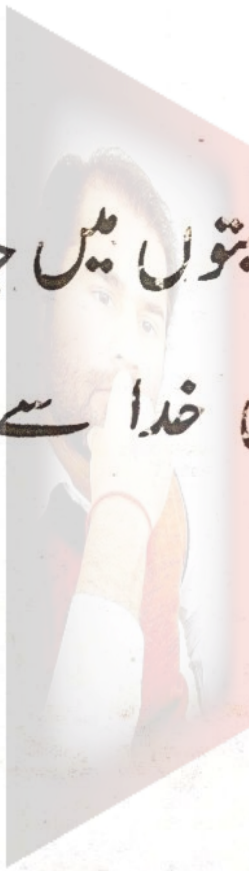
پوچھ اُن سے جن آنکھوں کے اندر تھا میں
کہنے کو معمولی سا کنکر تھا میں

وہ مجمع سے غائب ہونے والا تھا
لیکن اُس سے اچھا جادو گر تھا میں

مجھے پتا ہے کیسے باہر نکلا ہوں
اک مومن کے دل میں بیٹھا ڈر تھا میں

دیکھ کے بھی سب ان دیکھا کر دیتے تھے
ورنہ ہر اک شے میں جلوہ گر تھا میں

جو کچھ بھی اور جیسا بھی تخلیق کیا
اپنے طرز کا پہلا کوزہ گر تھا میں

لوگ ہوا کرتے تھے جب روبوٹ نہ تھے
دفتر بن جانے سے پہلے گھر تھا میں

جیت لیا مجھ کو مفتوحہ عورت نے
اُس سے ٹکرا جانے تک لشکر تھا میں

آپ تو ایسے بات کرتے ہیں
جیسے ہم دودھ پیتے بچے ہیں

ہم ڈراتے ہیں ڈرنے والوں کو
یوں ہی اندر کے ڈر نکلتے ہیں

اِتنی خوشیاں نہیں فضاؤں میں
جتنی مقدار میں غبارے ہیں

پھر کوئی بات چھیڑ دیتا ہے
اٹھ کے جیسے ہی جانے لگتے ہیں

اتنے کپڑے نہیں بدلتے ہم
جتنی وہ گاڑیاں بدلتے ہیں

شاہ سے چھپ کر قیدی نے شہزادی کو پیغام لکھا
جنگ سے بھاگنے والوں میں شہزادے کا بھی نام لکھا

دور دراز سے آنے والے خط میری ہمسائی کے تھے
اک دن اُس نے ہمت کر کے اپنا اصلی نام لکھا

ایک محبت ختم ہوئی تو دوسری کی تیاری کی
نئی کہانی کے آغاز میں پہلی کا انجام لکھا

ہم دونوں نے اپنے اپنے دین پہ قائم رہنا تھا
گھر کی اک دیوار پہ اللہ اک دیوار پہ رام لکھا

اُس نے مجھ میں شک کے کچھ دروازے کھولے اور میں نے
اک دیوار پہ اپنا نمبر لکھ کر اس کا نام لکھا

ترے کیے کا زمانہ مجھ سے حساب لے گا
کہ تیرا کیا ہے تجھے تو کوئی بھی بخش دے گا

میں اپنے بچوں کو خود پڑھاؤں گا اور ایسے
کہ کچھ کتابوں کا کوئی مطلب نہیں رہے گا

ہمارے پہلے بنانے والے تو مٹ گئے ہیں
ہمیں دوبارہ بنانے والوں کا کیا بنے گا

حقیر میں بھی نہیں اپنے بڑوں سے کہنا
مرا بھی شجرہ کسی پیمبر سے جا ملے گا

مری نظر سے گزرتے منظر کو چھو بھی لو اب
یہ وقت کب تک تمھاری خاطر رکا رہے گا

یہ دل تو کچھ بھی نہیں ہیں اس کی ہنسی کے آگے
وہ رو بھی دے گا تو ساری دنیا خرید لے گا

کسے خبر تھی میں جس کو دنیا پڑھا رہا ہوں
مرا وہ بیٹا مرا جنازہ غلط پڑھے گا

ہمارے ساتھ کوئی مسئلہ فرات کا ہے
وگرنہ علم اُسے اپنی مشکلات کا ہے

مرے حساب سے معذوری حسن ہے میرا
اگر یہ عیب ہے تو بھی خدا کے ہاتھ کا ہے

غزل میں اس لیے کرتا ہوں آپ کی تعریف
کہ لوگ خود مجھے بولیں یہ شعر نعت کا ہے

اک آدھے کام کے حق میں تو خیر میں بھی ہوں
تمھارے پاس تو دفتر سفارشات کا ہے

ہماری بات کا جتنا وسیع پہلو ہے
زباں پہ لانے میں نقصان کائنات کا ہے

ہم اُس کے ہونے نہ ہونے پہ کتنا لڑ رہے ہیں
کسی کے واسطے یہ کھیل نفسیات کا ہے

تم اُس پہ کیوں نئی باتوں کا بوجھ ڈالتے ہو
جب ایک شخص پرانے معاملات کا ہے

ہم تو آپ سے اچھی باتیں کرتے ہیں
آپ ہی ہم سے ایسی باتیں کرتے ہیں

ملنے پر چپ لگ جاتی ہے دونوں کو
فون پہ اچھی خاصی باتیں کرتے ہیں

لوگ تو کرتے ہوں گے اُس کے بارے میں
پر جو شہر کے درزی باتیں کرتے ہیں

بن دیکھے ایمان نہیں لا سکتا میں
اور وہ غیر یقینی باتیں کرتے ہیں

پیر فقیر تو چپ ہی رہتے ہیں مذکور
دنیا دار ہی دینی باتیں کرتے ہیں

کوئی گونگا، کوئی بہرا تو کوئی اندھا تھا
میں بھی استاد تھا ماحول بنا لیتا تھا

عمر کے آخری حصے میں مجھے یاد آیا
اُس پہ اک قرض تھا جو میں نے ادا کرنا تھا

خامشی وہ تھی کہ تصویر ہوئی جاتی تھی
شور ایسا تھا کہ دیوار میں در آیا تھا

گفتگو بعد میں ہوتی تھی ترے بارے میں
پہلے پستول کو ٹیبل پہ رکھا جاتا تھا

چند کردار تھے کردار بھی کیا سائے تھے
اک تماشائی تھا اور وہ بھی پس پردہ تھا

دوش اِس میں مرے حلیے کا ہے لوگوں کا نہیں
پہلے پہلے مجھے میں نے بھی غلط سمجھا تھا
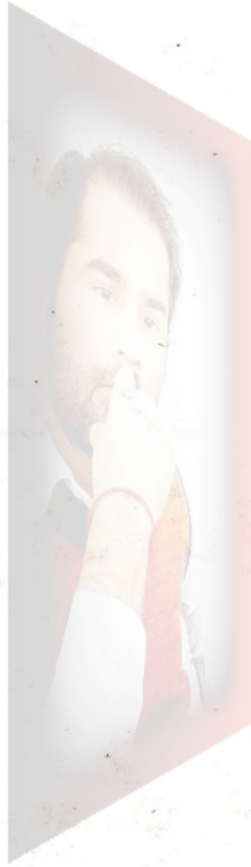
Imagitor

خوف کے زیر سایہ ہجرت کرتے ہیں
دیواروں کی اوٹ میں حرکت کرتے ہیں

ماں کے ہوتے کتنے لاپروہ تھے ہم
اب ہر بوڑھے پیڑ کی خدمت کرتے ہیں

جانے کیسا ڈر ہے ان کے سینوں میں
باآواز بلند تلاوت کرتے ہیں

اور کسی کو مل سکتا ہے اِس کا پھل
ہم یہ ذہن میں رکھ کر محنت کرتے ہیں

وہ ہر بار ہی ایسی چیزیں کرتی ہے
جیسے پہلی بار محبت کرتے ہیں

پتا نہیں وہ گہرا ہے یا مبہم ہے
لوگ تو اس کی بڑی وضاحت کرتے ہیں
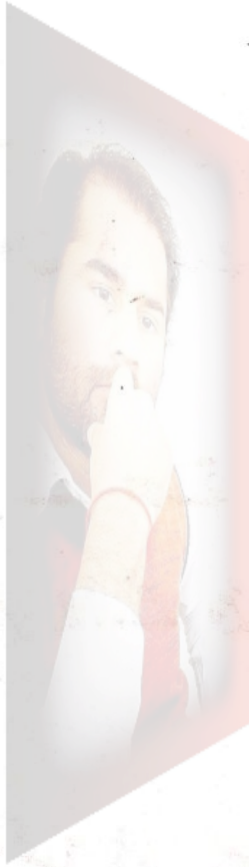
ذرا سا مختلف کیا سوچتے تھے
سبھی تنقید کرنے لگ گئے تھے

تمھارا شکریہ اے ڈوبتی ناؤ
کہ ہم بھی تیرنا بھولے ہوئے تھے

محبت جان لے لیتی ہماری
ہمی نے ہاتھ اوپر کر لیے تھے

اگر تو آج بھی واپس نہ آتا
یہ سب تیرا جنازہ پڑھ چکے تھے

ترے اس گاؤں میں آنے سے پہلے
ہمارے آستانے چل رہے تھے

ہدف تو اور ہی کوئی تھا میرا
پرندے مفت میں مارے گئے تھے

کوئی کہتا نہیں تھا لوٹ آؤ
کہ ہم پیسے ہی اتنے بھیجتے تھے

ترے بدن کے دیے میرے طاقچوں کے نام
مری کتاب کے نقطے ترے تلوں کے نام

ترے غرور کا کوئی اثر نہیں جن پر
ترا غرور مرے جیسے عاجزوں کے نام

اس ایک ہاتھ سے جب بھی آئینے ٹوٹے
وہ سارے آئینے ٹوٹے ہوئے دلوں کے نام

تری ادائیں بھی ناکام لوٹ جاتی ہیں
تری ادائیں کرائے کے قاتلوں کے نام

مرے سکون کا باعث تمھاری الجھنیں ہیں
مرا سکون تمھاری ہی الجھنوں کے نام

خدا نے اتنا نوازہ ہے اُس کو رحمت سے
وہ بھول جاتا ہے اپنی ہی بیٹیوں کے نام
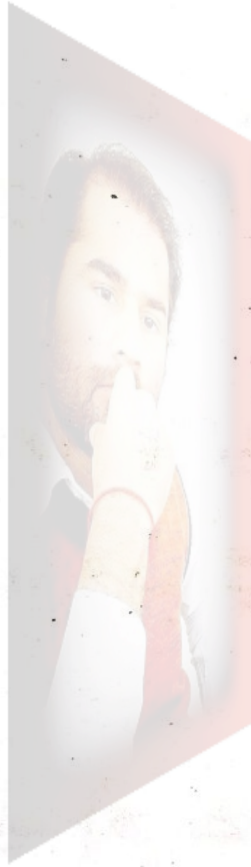
کیا سوچا تھا کیا نکلا ہے لاکر سے
اُس پر کوئی آ پہنچا ہے اوپر سے

میں بھی لاک نہیں کر پایا جلدی میں
دروازہ بھی لاک نہیں تھا اندر سے

کبھی کبھی تو اتنا جھگڑا ہوتا ہے
تکیے نیچے گر جاتے ہیں بستر سے

ایسا بھاری، ایسا بے حس، ایسا چپ
جیسے اُس کی شرط لگی ہو پتھر سے

دل اور ذہن تجسس سے بھر جاتے تھے
خالی میسج آتے تھے اک نمبر سے

میں کس کو انصاف دلانے نکلا تھا
میری لاش ملی ہے میرے چیمبر سے

دریاؤں کی حالت دیکھ کے لگتا ہے
گزر گیا ہے پانی سر کے اوپر سے
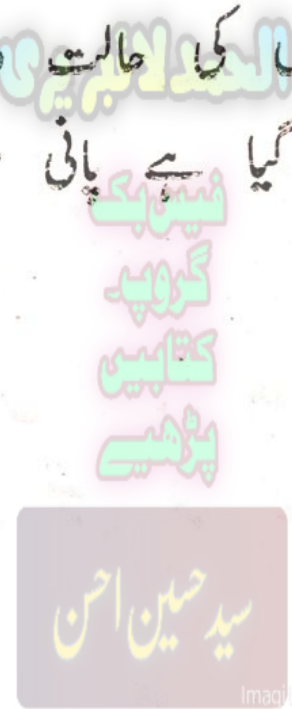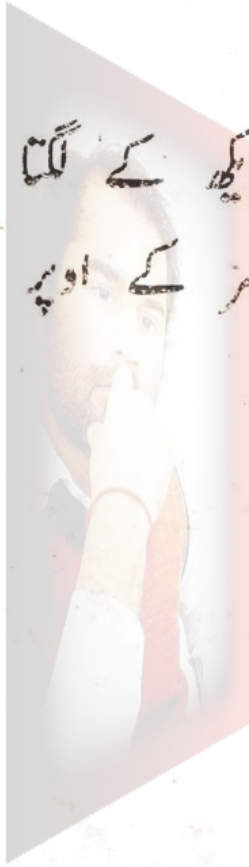
ایک تصویر کیا جھکی مجھ پر
ساری دیوار آ گری مجھ پر

تم پریشان ہو رہے ہو یونہی
پہلی تہمت نہیں لگی مجھ پر

چھوٹے بھائی نے پوچھا ثروت کا
اور اک ریل چل پڑی مجھ پر

پہلے سنجیدگی سے سنتی رہی
پھر وہ لڑکی بہت ہنسی مجھ پر

میں نے نشے میں جانے کیا بولا
اُس نے بوتل ہی توڑ دی مجھ پر

ایک خط میں نے اُسے دوست کی خاطر لکھا
اور اک پھول اُسے اپنی طرف سے بھیجا

ایک دو باتیں سمجھ آئیں مجھے ٹھوکر سے
اور اک بات مری راہ کا پتھر سمجھا

تم اگر پہلے بتا دیتے کہ تم سید ہو
اپنے حصے کا بھی پانی میں تمہیں دے دیتا

کتنے معصوم تھے، معصوم سمجھتے تھے اُسے
جب تلک باپ کا صندوق نہیں کھولا تھا

جتنا مشکل ہمیں فلموں میں دکھایا گیا ہے
اتنا مشکل بھی نہیں بھاگ کے شادی کرنا

جب وہ ہوش میں آیا ہو گا
پہلے میرا پوچھا ہو گا

وہ مزدوری بھی کر لے گا
جس نے پڑھنا لکھنا ہو گا

اتنے اونچے رستے والا
سیڑھیاں کیسے اترے گا

اندھے پن کا ناٹک کر کے
اُس نے کیا کیا دیکھا ہو گا

اس دنیا کا آخری منظر
آنکھیں کھولنے والا ہو گا

کن بہاروں سے سامنا ہوا ہے
جس کو دیکھو وہی کھلا ہوا ہے

یہ غنیمت ہے جانے والوں نے
فون پر رابطہ رکھا ہوا ہے

ہم کو مارا تھا وقت نے تھپڑ
آج تک گال پر چھپا ہوا ہے

لوگ تو کچھ بھی جان سکتے ہیں
تم بتاؤ کہ تم کو کیا ہوا ہے

یہ کوئی زندگی گزر رہی ہے
یا کوئی لفٹ میں پھنسا ہوا ہے

میں بھی جھوٹا ہوں اور اُس نے بھی
سارا کچھ پاس سے گھڑا ہوا ہے
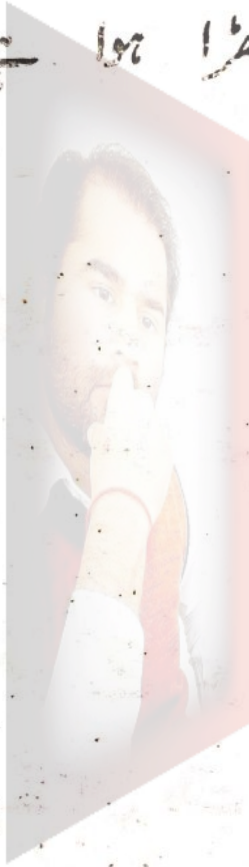
یہ پہلی دفعہ ہوا ہے صدیوں کی بے گھری میں
ہم ایک دن سے زیادہ ٹھہرے ہیں اک گلی میں

یہ فکر کتنے ہی بادشاہوں کو کھا رہی ہے
نجانے اِس وقت کون ہو اُس کی جھونپڑی میں

تمھاری باتوں کو یاد رکھ کر بھلانا بھی ہے
یہ کام مشکل ہے ایک چھوٹی سی زندگی میں

مکر نہ جاؤ گلاب دے کر ادھار لے کر
تمھارا سارا حساب لکھا ہے ڈائری میں

خدا حفاظت کرے تمہارے مسافروں کی
نکل تو آئے ہیں گھر سے میری برابری میں

محبت اپنی جگہ ضروری ہے بھوک اپنی
پھلوں سے پہلے گلاب رکھتے ہیں ٹوکری میں

میں اپنی مرضی سے چھوڑ سکتا ہوں جب بھی چاہوں
یہی سہولت، یہی مصیبت ہے نوکری میں
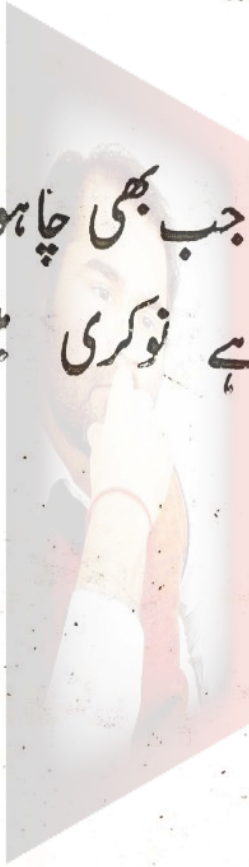
جواں بچوں پہ سختی کر رہے ہیں
خود اپنی قبریں کالی کر رہے ہیں

بہشتوں سے نکالے جانے والے
زمیں پر موج مستی کر رہے ہیں

میں جن کے غم میں آدھا رہ گیا ہوں
وہ اپنی بات پوری کر رہے ہیں

جنہوں نے آپ کو آقا نہ مانا
وہ دنیا کی غلامی کر رہے ہیں

یہ کس کی ناؤ اتری پانیوں میں
جزیرے ڈوبنے کی کر رہے ہیں

افق پر اڑ رہی ہیں فاختائیں
نہ لشکر پیش قدمی کر رہے ہیں

سمندر ٹھیک ہیں اپنی جگہ پر
مچھیرے چھیڑ خانی کر رہے ہیں
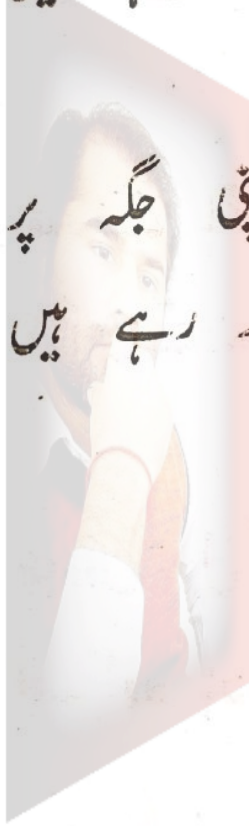
زیادہ کچھ نہیں ہمت تو کر ہی سکتے ہیں
اک اچھے کام کی نیت تو کر ہی سکتے ہیں

خدا کے ہاتھ سے لکھا مقدر اپنی جگہ
ہم اُس کے بندے ہیں محنت تو کر ہی سکتے ہیں

ہزاروں سال گزارے ہیں مقتدی رہ کر
اک آدھ بار امامت تو کر ہی سکتے ہیں

ہمارے بچے اجازت طلب نہیں کرتے
مگر بتانے کی زحمت تو کر ہی سکتے ہیں

غریب لوگ مرمت نہ کر سکیں تو کیا
شکستہ گھر کی حفاظت تو کر ہی سکتے ہیں

ہمیں کیا کون کیسا لگ رہا ہے
ہمارا دوست اچھا لگ رہا ہے

مری آنکھوں سے ہاتھوں کو ہٹا مت
مجھے یہ چشمہ اچھا لگ رہا ہے

بچھڑنے والا ہوں میں پھر کسی سے
مرے گاؤں میں میلہ لگ رہا ہے

یہ کن آنکھوں کا ساحل ہے جہاں سے
سمندر ایک قطرہ لگ رہا ہے

تصور کر لیا ہے جب سے وہ دل
نشانے پر نشانہ لگ رہا ہے

بس اک پانی کا ٹکڑا ہے نظر میں
جزیرہ بھی کنارہ لگ رہا ہے
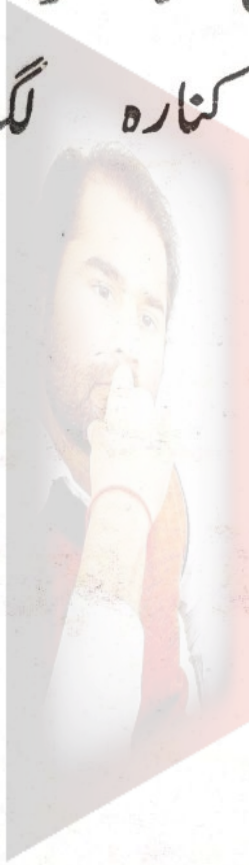
ایسے بھی تصویر کشی کر سکتے تھے
ہم وہ صورت ان دیکھی کر سکتے تھے

موڈ نہیں تھا آپ سے لڑنے کا ورنہ
ہم چٹکی میں فوج کھڑی کر سکتے تھے

دل اور شیشہ توڑ کے کتنے خوش ہو تم
یہ حرکت تو پتھر بھی کر سکتے تھے

اُس کا جرم محبت تھا اور میرا قتل
دنیا والے کیسے بری کر سکتے تھے

ساری امیدیں تم سے وابسطہ تھیں
میرا کام تمام تمہی کر سکتے تھے

شہر میں ٹیکا تھا اُس کے دیوانے کا
اُس کی باتیں صرف جری کر سکتے تھے

میرے دل کا چور پکڑنا مشکل تھا
تم تو خیر یہ نیند میں بھی کر سکتے تھے
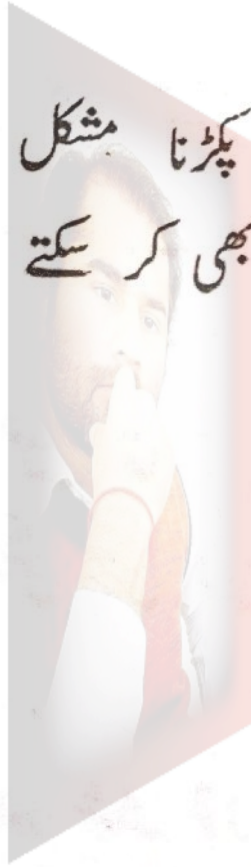
کہیں مری جگہ نہیں کسی جگہ خدا نہیں
کسی کا گھر بڑا نہیں کسی کا دل بڑا نہیں

وہ شہر بھر کے خط اٹھائے پھر رہی ہے پرس میں
اور ایک خط بھی اس نے اختتام تک پڑھا نہیں

ہمیشہ آدھی رات کی طرح رہے ہیں اُس کے بال
کبھی بکھیرتا نہیں کبھی سنوارتا نہیں

ہم ایک غار سے نکل کے دوسری میں آ گئے
کہ زندگی کا ارتقا ہمارا مسئلہ نہیں

مجھے وہاں سے باز رکھنے والے کافی لوگ ہیں
تمہارا ساتھ چاہیے تمہارا مشورہ نہیں

سبھی کے رابطے میں ہے سبھی کو اُس کی کھوج ہے
وہ کون ہے، کہاں سے ہے، کوئی اتا پتا نہیں

ہمارے جیسے باغباں کو کون دے گا نوکری
وہ پھول توڑتے ہوئے ذرا بھی سوچتا نہیں

مرے خلاف ہے تو کیا، تمھارے حق میں ہے تو کیا
عدالتوں کا فیصلہ خدا کا فیصلہ نہیں
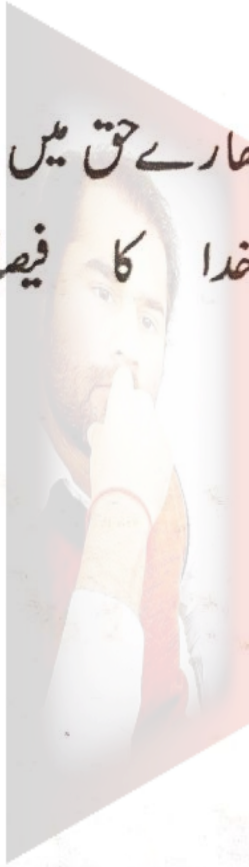
برف آخر چھٹ گئی شاخوں پہ پتے آ گئے
کچھ دنوں کی بات ہے سمجھو پرندے آ گئے

موت کو چکمہ دیا تو زندگی نے آ لیا
حادثے سے بچ گئے تو تیرے آگے آ گئے

میں تو کب کا بول دیتا مجھ کو تم سے پیار ہے
کھڑکیوں میں کھلنے والے پھول آڑے آ گئے

تہمتوں کا سارا ملبہ اُس کے اوپر آ گرا
ہم بھی اُس کے ساتھ تھے سو ہم بھی نیچے آ گئے

اس نے اپنے عاشقوں کی لسٹ کچھ ایسے پڑھی
ہم جو آخر میں کھڑے تھے سب سے پہلے آ گئے

سب کو اک کرنے کا اپنا شوق پورا ہو گیا
جیسے منبر پر چڑھے تھے ویسے نیچے آ گئے
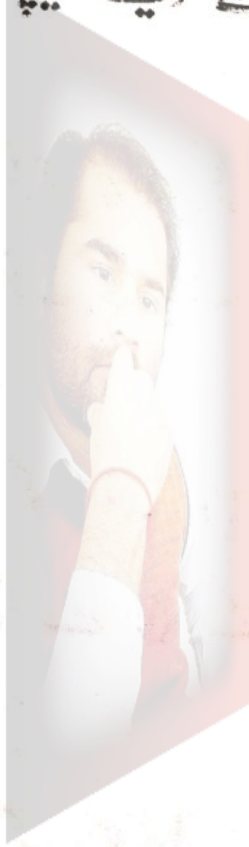
یہ جو تکرار ہے ہمارے بیچ
آخری بار ہے ہمارے بیچ

تازہ سرخی ہے اس کے ہونٹوں پر
کل کا اخبار ہے ہمارے بیچ

سال میں ایک دو ملاقاتیں
کس قدر پیار ہے ہمارے بیچ.

کچھ دکانیں ہیں رشتہ داروں کی
ایک بازار ہے ہمارے بیچ

کتنا آسان ہے کہ کچھ نہ کریں
یہ بھی دشوار ہے ہمارے بیچ

کچھ تو ہوتا ہے اس کو دیکھنے سے
کوئی تو تار ہے ہمارے بیچ

پہلے جیسا نہیں رہوں گا میں
صلح بے کار ہے ہمارے بیچ
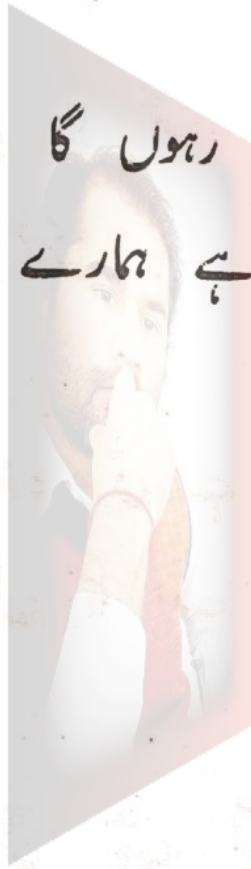
ٹوٹے گملے دیکھ لے، مرجھائے پودے دیکھ لے
کس کو فرصت ہیں ہمیں پروان چڑھتے دیکھ لے

کون اُس سے زندگی کی بازی جیتے گا بھلا
سامنے والے کی آنکھوں میں جو سپنے دیکھ لے

کس نے کتنا فاصلہ رکھا گلے ملتے ہوئے
میرے کپڑے دیکھ لے اور اپنے کپڑے دیکھ لے

وقت کا برتاؤ سب کے ساتھ اک جیسا نہیں
مٹی قبروں پر لگے پتھر کے کتبے دیکھ لے

بوریت سے تنگ آ کر خودکشی کرنے سے قبل
زندگی کی فلم تھوڑی آگے کر کے دیکھ لے

پیار سے بڑھ کر کوئی ہتھیار دنیا میں نہیں
منتشر ہوتے ہوئے دشمن کے دستے دیکھ لے

جاتے جاتے زندگی نے اس طرح دیکھا مجھے
جیسے کوئی موڑ مڑتے وقت پیچھے دیکھ لے
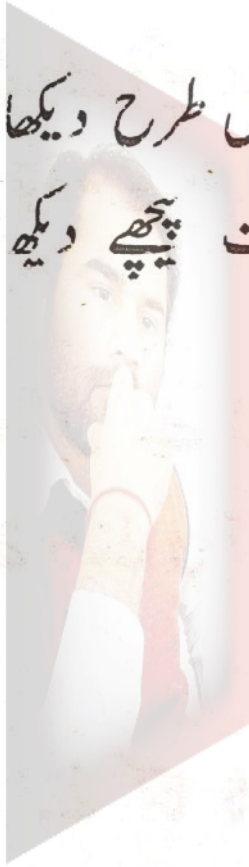
اگر ہم لوگ نقشہ دیکھ لیتے
تو اب تک ساری دنیا دیکھ لیتے

گھٹن بھی گھٹتی کھڑکی کھولنے سے
تماشے کا تماشہ دیکھ لیتے

محبت کرتے چھوٹی عمر میں اور
جوانی میں بڑھاپا دیکھ لیتے

ذرا پہلے جنم لیتے تو تم بھی
چراغوں کا زمانہ دیکھ لیتے

کوئی بھی رنگ ان دیکھا نہ رہتا
اگر اس کا پراندہ دیکھ لیتے

ہمارے دوست ہی ایسے نہیں تھے
وگرنہ ہم بھی کوٹھا دیکھ لیتے
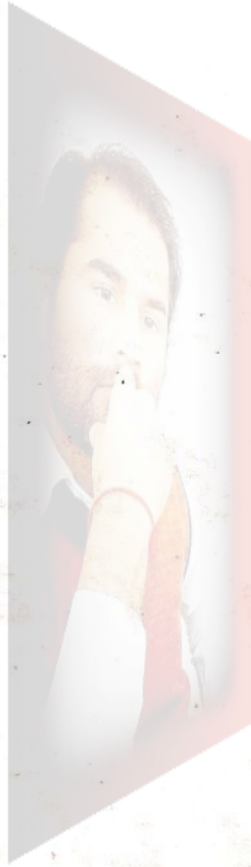
اب یہ اک آرٹ گیلری ہے جہاں
تیری تصویر لگ گئی ہے جہاں

اُس جگہ جا کے کیا کرو گی تم
تم سے پہلے ہی روشنی ہے جہاں

میں وہاں سر نہیں جھکا سکتا
ساری دنیا جھکی ہوئی ہے جہاں

اس نے باندھا ہے ایسے پلو سے
ایک دھاگہ بھی ہتھکڑی ہے جہاں

ہم وہاں سے گزرنے والے ہیں
وقت کی ریل رک رہی ہے جہاں

یہ بات اور کہ پانی ہے اس میں رم نہیں ہے
ترا گلاس بھی ترے لبوں سے کم نہیں ہے

ادھار مانگ کے شرمندہ کر دیا اُس نے
وگرنہ یہ کوئی اتنی بڑی رقم نہیں ہے

یہ صرف سایہ نہیں پنجتن کا سایہ ہے
یہ ایسی ویسی کسی قوم کا علم نہیں ہے

عجیب طرز کے دشمن کا سامنا ہے ہمیں
کماں میں تیر نہیں ہاتھ میں قلم نہیں ہے

مجھے یہ غم کہ ٹھکانہ نہیں خوشی کا کوئی
اسے یہ غم کہ مجھے اور کوئی غم نہیں ہے

اس سے آپ کا دکھ بھی ہو جائے گا اچھا خاصا کم
مجھ پر گزرے لمحوں میں سے کر دو بس اک لمحہ کم

بڑے بڑے شہروں میں کوئی کیسے کسی سے پیار کرے
جتنے آمنے سامنے گھر ہیں اتنا آنا جانا کم

پھر اُس کی بندوق سے گولی کم ہونے کا مطلب ہے
پھر اِس شہر میں اڑنے والے غول سے ایک پرندہ کم

کل تو وہ اور اُس کی کشتی بس جلنے ہی والے تھے
دریا اُس پر کافی گرم تھا لیکن آگ سے تھوڑا کم

صدقے جاؤں اُن چیزوں پر جن کو اُس کے ہاتھ لگے
عجب مکینک تھا وہ جس نے توڑا زیادہ، جوڑا کم

کس طرح ایمان لاؤں خواب کی تعبیر پر
چھپکلی چڑھتے ہوئے دیکھی ہے اُس تصویر پر

اُس نے ایسی کوٹھری میں قید رکھا تھا ہمیں
روشنی آنکھوں پہ پڑتی تھی یا پھر زنجیر پر

میرا دل بھی بچ گیا اور اس کا دل بھی بچ گیا
کیوں کہ میں نے تیر کھینچا تھا عدو کے تیر پر

مائیں بیٹوں سے خفا ہیں اور بیٹے ماؤں سے
عشق غالب آ گیا ہے دودھ کی تاثیر پر

میں اُنہی آبادیوں میں جی رہا ہوتا کہیں
تم اگر ہنستے نہیں اُس دن مری تقدیر پر

مشکلوں سے چل رہا ہے کاروبارِ زندگی
عیش کرنے والا تھا میں باپ کی جاگیر پر

نظارے دیکھتا ٹھوکر سے تھوڑی دور ہے بس
وہ ایک حادثہ پتھر سے تھوڑی دور ہے بس

خطیب شعلہ بیانی سے آگے جا رہا ہے
طویل خامشی منبر سے تھوڑی دور ہے بس

وہ بادشاہ فقیروں کی بارگاہ میں ہے
یہ دنیا اگلے قلندر سے تھوڑی دور ہے بس

میں اک خیال سے آزاد ہونے والا ہوں
زمین آخری چکر سے تھوڑی دور ہے بس

یہ شام، شام غریباں میں ڈھلنے والی ہے
یزیدی فوج بہتر سے تھوڑی دور ہے بس

اِس ایک جنگ کا مقصد تمام ہو چکا ہے
وہ رانی شاہ کے بستر سے تھوڑی دور ہے بس
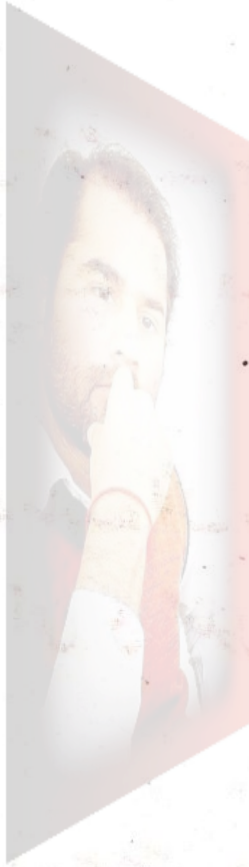
آخری آندھی نے سب کچھ پہلے جیسا کر دیا
پردے میلے کر دیے قالین گندا کر دیا

میرے سارے لوگ رفتہ رفتہ اُس کے ہو گئے
مجھ کو اُس کی محفلوں نے اور تنہا کر دیا

آسمانوں سے ستارے اور قبروں سے گلاب
مجھ سے پوچھو میں نے اُس کو کیا نہیں لا کر دیا

پہلے اُس کو لے کے اِس دنیا میں کتنا جھوٹ ہے
کیا ہوا میں نے اگر تھوڑا اضافہ کر دیا

آج سے کچھ سال پہلے ایک جتنی عمر تھی
وقت نے اُس کو جواں اور مجھ کو بوڑھا کر دیا

راہ سے پتھر ہٹایا اور بخشش ہو گئی
بندہ پوچھے اُس نے آخر ایسا بھی کیا کر دیا

جانے کس کا تذکرہ مذکور کے منہ سے سنا
جانے اُس ظالم نے ہم کو کس کا رسیا کر دیا
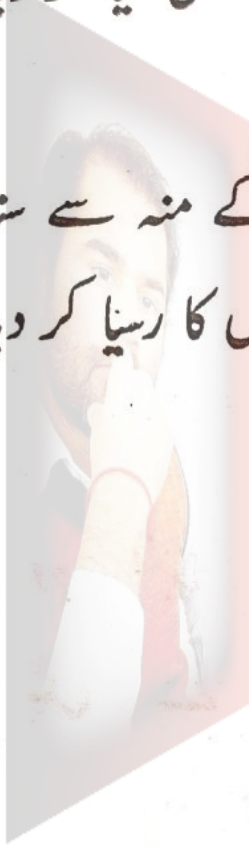
وہ اکیلا ہی چل دیا اٹھ کر
میں نے دو چار کا سہارا لیا

☆......☆......☆

وہ کوئی قافلہ ہوتا تو میں سمجھتا بھی
اب ایک شخص بھی روکا نہیں گیا مجھ سے

☆......☆......☆

لباس ہینگروں میں شرمسار ہو رہے ہیں
وہ سیلفیاں بنا رہی ہے تولیا لپیٹ کر

SLATE

POETRY | ZIA MAZKOOR

ISBN:978-969-798-700-9